(آخری قسط)

مولانا محمد جسیم الدین قاسمی سیتا مڑھی

انسانی حقوق اسلامی تناظر میں

زندگی اور اس کے تحفظ کا حق: اسلام میں ہر شخص کو خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم یہ حق دیا گیا ہے کہ اس کی جان محفوظ رہے گی لیکن یہ حفاظت اور زندگی کی ضمانت دو شرطوں سے مشروط کردی گئی ہے: اول یہ کہ وہ کسی دوسری جان کو ختم نہ کرے اور دوم یہ کہ وہ زمین میں فساد برپا نہ کرے۔ ان دونوں حرکتوں یا گناہوں کے ارتکاب کے نتیجے میں کسی بھی انسان کو اس کی جان کی حفاظت کی ضمانت نہیں مل سکتی۔ اسی حکم میں مزید دو حقوق کا اعلان کیا گیا اول یہ کہ انفرادی جان کو اسی وقت تک تحفظ فراہم ہے جبتک وہ خود کسی دوسری جان کو ضائع نہیں کرتا' دوسری جان کو ناحق مارنے کا مطلب یہ ہے کہ قاتل اپنی جان کے تحفظ کے حق کو اپنے ہاتھوں سے خود کھو دیتا ہے۔ دوم یہ کہ کوئی بھی شخص زمین میں فساد برپا کرنے کا حق نہیں رکھتا کہ ان دونوں صورتوں میں وہ دوسری زندگیوں سے کھلواڑ کرتا ہے اور پورے سماج کی جان خطرہ میں ڈالتا ہے لہٰذا ہر شخص کو زندگی کی حفاظت کی ضمانت اسی وقت تک اسلام دیتا ہے' جب وہ خود انفرادی جان کو ضائع نہ کرنے اور اجتماعی قتل سے بھی پرہیز کرے۔

جان کی حفاظت کا انسانی حق اگرچہ قرآن مجید میں بنی اسرائیل کی شریعت کے حوالے سے بیان ہوا ہے مگر وہ سب انسانوں کے لئے اور تمام شریعتوں کے لئے ہے' مولانا مودودی نے اس کی خوبصورت توجیہ یہ کی ہے۔

''چونکہ بنی اسرائیل کے اندر انہی صفات کے آثار پائے جاتے تھے جن کا اظہار آدم علیہ السلام کے اس ظالم بیٹے نے کیا تھا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل نفس سے باز رہنے کی سخت تاکید کی تھی اور اپنے فرمان میں الفاظ لکھے تھے۔''(۱۰)

انسانی حیات کے تحفظ کی ضمانت کا حق قرآن مجید کی دوسری کئی آیت کریمہ سے ثابت ہے اور احادیث نبوی میں بھی۔ مثلاً ایک اور آیت قرآنی ہے: "ولاتقتلوا النفس التی حرم اللہ إلا بالحق" (۱۱)

اور کسی جان کو جسے اللہ تعالیٰ نے محرم ٹھہرایا ہے ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔

ایک حدیث شریف میں شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ''قتل نفس'' کو قرار دیا گیا ہے۔ (۱۲)

یہ حدیث شریف صاف صراحت کرتی ہے کہ کسی انسان کو ہلاک کرنا گناہ عظیم ہے خواہ وہ کسی کی بھی ہو۔

اسلام میں جان اور اس کے تحفظ کے بنیادی انسانی حق کو عالم گیر اور آفاقی قرار دیا گیا ہے موجودہ دنیاوی قوانین ودساتیر میں یہ دونوں انسانی حقوق صرف ایک ریاست یا مملکت کے شہریوں کو ہی ملتے ہیں' لیکن اسلام نے تمام

انسانوں کو بلا لحاظ ملت و مذہب اور بلا تفریق رنگ و نسل یہ دونوں حقوق عطا کئے ہیں' اسی طرح موجودہ عہد کے انسانی حقوق کے تمام اعلانات و معاہدات صرف ایک فرد کے نقطۂ نظر سے اس حق حیات کی بات کہتے ہیں' جب کہ اسلام افراد اور اجتماع' نفوس اور معاشرہ' انسان اور سماج دونوں لحاظ سے ضمانت فراہم کرتا ہے۔ اور صرف یہی نہیں کہ وہ افراد کے درمیان زندگی کے تحفظ کا حقوق مہیا کرتا ہے۔ بلکہ ان کے اور سماج کے مجموعی اور اجتماعی حقوق کے درمیان بھی توازن و اعتدال برقرار رکھتا ہے' اسکے نتیجے میں نہ صرف افراد یا کسی خاص معاشرہ کو زندگی کا تحفظ ملتا ہے' بلکہ پوری انسانی زندگی یا بنی نوع انسان کی زندگی کو تحفظ کی ضمانت حاصل ہوتی ہے۔ (۱۳)

انسانی حیات کے تقدس و احترام کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جاسکتا ہے کہ کسی بھی شخص کو خواہ وہ مریض یا مجرم کیوں نہ ہو' اپنی جان لینے کا حق حاصل نہیں' جان کی حفاظت ہر انسان پر واجب ہے' وہ اسے بلاوجہ ہلاکت میں ڈالنے کا مجاز نہیں۔

مسلمانوں اور تمام انسانوں کے علاوہ اسلام نے زندگی کا حق اور اس کے تحفظ کا حق ملزموں اور مجرموں کو بھی دیا ہے' اسلامی قانون انصاف کا تقاضہ ہے کہ جب تک کسی پر الزام رہے اور اس کا جرم ثابت نہ ہو جائے اس کو نہ سزا دی جاسکتی ہے اور نہ اس کی جان لی جاسکتی ہے۔

زندگی اور اس کے تحفظ کے جن حقوق کی ضمانت اسلام نے فراہم کی ہے اگر ان کا موازنہ موجودہ حقوق انسانی کی دستاویز سے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلامی حقوق انسانی کی بنیاد سب کی خیر اور فلاح عام کے آدرش پر رکھی گئی ہے وہ آدرش جو انسانی بہبود کی ضمانت دیتا اور اجتماعی عدل و انصاف کو بروئے کار لاتا ہے۔

اسلام اور آزادی:

قانون فطرت ہے کہ تمام انسانوں کو آزاد پیدا کیا گیا ہے' اسلام نے ان کو فطرت پر پیدا کئے جانے کی جو حقیقت قرآن کریم اور حدیث نبوی کے حوالے سے بیان کی ہے اس سے بھی ان کے آزاد پیدا ہونے اور آزاد رہنے کے حقوق معلوم ہوتے ہیں۔ قرآن کریم کی بے شمار آیات کریمہ انسان کے حق آزادی کا ذکر صراحت کے ساتھ یا مضمر انداز میں اس کی تخلیق کے حوالے سے کرتی ہیں' اسی طرح احادیث نبویؐ میں سب سے اہم وہ فرمان ہے جس کے مطابق رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن اس شخص کے خلاف مدعی اور وکیل استغاثہ ہوں گے جو آزاد انسانوں کو غلام بناتا' ان کی خرید و فروخت کرتا اور اس سے روزی کھاتا ہے۔ (۱۴)

حضرت عمرؓ کا مشہور مقولہ ہے کہ تمام لوگ آزاد پیدا ہوئے ہیں اور تم نے ان کو غلام کیسے بنالیا۔ شخصی آزادی کا اہم پہلو یہ ہے کہ کسی بھی شخص کو خواہ وہ مسلمان ہو۔ یا غیر مسلم محض شبہ کی بنیاد پر گرفتار نہیں کیا جاسکتا۔ حالات و قرائن یا ثبوت اگر ارتکاب جرم کی نشاندہی کریں تو ایسے شخص کو گرفتار کر کے فوراً قاضی/عدالت میں پیش کرنا ضروری ہے' پھر

عدالت اور قاضی کے لئے ضروری ہے کہ وہ جلد از جلد اس کے مقدمہ کا فیصلہ صادر کریں' بلا ثبوت جرم کسی شخص کو اس کی شخصی آزادی سے محروم نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس کو سزا دی جاسکتی ہے۔

شخصی آزادی کا ایک نادر و نایاب حق جو اسلام تمام انسانوں کو بلا تفریق مذہب و ملت عطا کرتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے فعل اپنے جرم کا ذمہ دار ہوتا ہے' کسی شخص کو اس کے والدین' بھائی بہن یا دوسرے متعلقین کے کیئے پر نہیں پکڑا جاسکتا یہ حق قرآنی آیت کریمہ: ولا تزر وازرة وزر اخرى "[15] اور کوئی شخص دوسرے (کے گناہوں) کا بوجھ (اپنے اوپر) نہیں لے گا۔

اس کے علاوہ متعدد آیات مقدسہ اور احادیث نبویہ سے ثابت ہوتا ہے' یہ بہت جامع اور مانع اسلامی اصول اور حق انسانی ہے جو زندگی کے تمام شعبوں میں ہر قسم کی کارکردگی پر حاوی ہے' پورے اسلامی دور حکمرانی میں بھی یہ حق تمام انسانوں کو برابر حاصل رہا اور کبھی ایسا نہیں ہوا کسی کے جرم کی سزا کسی دوسرے بے خطا کو دی گئی' جب کہ آج کے دور میں تقریباً مسلمہ اصول کہ مجرم کے کیئے کی یا محض ملزم پر شبہ کی پاداش میں سزا اس کے متعلقین کو دی جاتی ہے۔

موجودہ دور کی حکومتی کارروائیوں سے اور انسانی حقوق کی دہائیوں سے اگر اسلامی حقوق انسانی کا موازنہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ آج کی مہذب و متمدن اور تعلیم یافتہ اقوام کس طرح انسانی حقوق پامال کر رہی ہیں' ہندوستان میں سیاہ قانون ٹاڈا' اس کے بعد پوٹا اس کی ایک بدترین مثال ہے جسے خاص کر مسلم اقلیت کے خلاف استعمال کر کے انسانی حقوق ہی کو نہیں انسانیت کو پامال کیا گیا۔

عزت و آبرو کے تحفظ کا حق:

شخصی آزادی اور زندگی کے تحفظ کے حقوق سے عزت و آبرو کے تحفظ کا حق نکلتا ہے' ایک طرح یہ اول الذکر کی توسیع ہے' اسلام ہر شخص کو چاہے وہ مرد ہو' یا عورت یا بچہ' مسلم ہو' یا غیر مسلم یہ حق عطا کرتا ہے کہ اس کی عزت و آبرو پر کیچڑ نہیں اچھالی جائے گی' اسی لئے اسلام نے بہتان تراشی اور الزام طرازی کو حرام قرار دیا ہے اور اس کے مجرموں کے لئے سخت سزائیں مقرر کی ہیں' الزام تراشی کا سرچشمہ دراصل استہزاء' بے جا مذاق اور تحقیر کے دھاروں سے پھوٹتا ہے' اس لئے اسلام نے مسلمانوں کو خاص کر اور ان کے ذریعے دوسرے انسانوں کو بالعموم یہ حکم دیا ہے کہ وہ چغل خوری' استہزاء' طنز و تعریض سے پرہیز کریں اور کسی پر الزام نہ لگائیں' کسی کے پیٹھ پیچھے اس کا ایسا ذکر نہ کریں جو اگر اس کے سامنے کیا جاتا تو اس کو ناگوار گزرتا۔[16] ایک غلط فہمی آج یہ پیدا ہو گئی ہے کہ عزت و آبرو محفوظ رکھنے کے حق کو عام طور سے عورتوں کے لئے خاص کر دیا جاتا ہے' غالباً اس کا سبب یہ سماجی عدم توازن ہے کہ عورت پر اس کے کمزور ہونے کے سبب زیادہ آسانی اور تیزی سے الزام لگایا جاسکتا ہے' ورنہ اسلام نے مرد اور عورت کی عزت و آبرو کے تحفظ کے حق میں کوئی فرق روا نہیں رکھا ہے یہ حق سبھی کو حاصل ہے حتیٰ کہ غیر مسلم کو بھی۔

موجودہ مغربی انسانی حقوق کے تصور کے مطابق توہین یا ہتک عزت کا الزام ثابت کرنے کی ذمہ داری اس شخص پر ڈالی گئی ہے، جس کی عزت و آبرو پر کیچڑ اچھالی گئی اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے "صاحب عزت" اور آبرومند ہونے کا ثبوت وشہادت فراہم کرے۔ اسلام نے مجرم کو ذمہ دار بنایا ہے کہ وہ اپنی بے گناہی ثابت کرے، ہتک عزت کے شکار کو نہیں۔ اسلام بنیادی طور سے ہر شخص کو صاحب عزت و آبرو سمجھتا ہے جبکہ مغربی تصور میں شرافت ونجابت کا معیار اس کا سماجی وقار ہوتا ہے۔

عقیدہ واظہار کی آزادی:

شخصی آزادی کے منجملہ دوسرے حقوق میں سے ایک عقیدہ کی آزادی ہے، یہ بہت وسیع تصور اور جامع حق ہے، اس میں مذہب ومسلک، سیاسی فکر، فقہی رائے، عقلی استدلال، علمی نظر، تحقیقی وتصنیفی طرز عمل غرض یہ کہ ہر طرح کے عقیدہ کی آزادی شامل ہے۔

دنیا میں اسلام ہی وہ واحد دین اور نظام حیات ہے جو تمام انسانوں کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ جو چاہے مذہب اختیار کریں، جو چاہے مسلک اپنائیں، جو چاہے فقہ اختیار کریں، اور جس فکر ونظر کو پسند کریں اس کو اپنالیں۔ یہاں تک کہ وہ ایسا نظام حیات اور سیاسی ومذہبی عقیدہ اختیار کرسکتے ہیں۔ جو اسلامی نظریہ حیات کے قطعی مخالف ہو۔ دنیا کا کوئی دوسرا نظام ایسے عقیدہ اور فکر کی آزادی عطا نہیں کرتا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: "لا اکراہ فی الدین" (۱۷)

کسی کو دین اسلام میں داخل کرنے کے لئے زور زبردستی کی اجازت نہیں۔

جس طرح اسلام دل ودماغ میں عقیدہ وفکر ونظر رکھنے کی اجازت دیتا ہے اسی طرح ہر شخص کو اسی کے عقیدہ اور مسلک وفکر کے مطابق اس کے اظہار اور اس پر عمل کی آزادی کا حق بھی عطا کرتا ہے مسلم ہو یا غیر مسلم ہر شخص کو آزادی ہے کہ وہ اپنے مذہبی اعتقادات، مسلکی افکار، فقہی آراء اور سیاسی وسماجی نظریات وغیرہ کا اعلان واظہار کرے۔

اسلام کے اس حکیمانہ تصور حقوق کا اثر تھا کہ تمام اسلامی یا مسلم ادوار میں کوئی بھی شخص، طبقہ یا گروہ ایسا نظر نہیں آتا جن پر ان کے خیالات ونظریات کے سبب پابندی لگائی گئی ہو اور ان کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا ہو، خواہ وہ شیعہ ہوں یا خوارج، معتزلہ، جبریہ، قدریہ اور مرجیہ جیسے مسلم فرقے رہے ہوں یا عیسائی، یہودی، زرتشی، مجوسی، ہندو، جینی، بدھ مت اور قبط وغیرہ غیر اسلامی طبقات رہے ہوں۔ (۱۸)

اظہار فکر واعلان عقیدہ کے ضمن میں اسلام نے ایک اصول یہ بنادیا ہے کہ وہ معروف ہو، منکر نہ ہو، مگر دو قسم کی پابندی بھی عائد کی ہے: ایک یہ کہ ایسے عقائد وافکار کا اظہار نہ کیا جائے جن سے انسانی سماج میں انتشار واضطراب پیدا ہو اور دوسرے یہ کہ عام اخلاق اور اخلاقیات انسانی پر کوئی برا اثر نہ پڑے۔

قانون کی نظر میں مساوات کا حق:

ایک لحاظ سے یہ حق انسانی شخصی آزادی کے حق کا حصہ نظر آتا ہے اور دوسرے اعتبار سے انسانی برابری کے تصور کا نتیجہ اسلام نے انسانی مساوات کا تصور بہت سی قرآنی آیات اور نبوی احادیث میں واضح کیا ہے' کہیں یہ کہا ہے کہ تمام انسان ایک انسان کی اولاد ہیں اور وہ حضرت انسان مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔ (۱۹)
کہیں فرمایا وہ ایک ماں باپ کی اولاد ہیں' کہیں انسانی مساوات کا تعلق ایک اللہ کی عیال' مخلوق' کنبہ وغیرہ سے جوڑا' کہیں مخلوقات الٰہی کے اجتماعی تصور سے ایک جگہ فرمایا کہ ''کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو عربی پر' نہ کسی سفید فام کو کسی سیاہ فام پر اور نہ کسی سیاہ فام کو سفید فام پر۔ (بلندی) صرف تقوے سے ہے۔''(۲۰) کہیں خاندان کی فضیلت کی نفی کی اور کہیں پیدائشی برتری اور نسبی تفوق کی' ان تمام احکام وفرامین کا ایک ہی مقصد ہے کہ تمام انسانوں کی بطور انسان برابری اور مساوات قائم کی جائے۔

ظاہر ہے کہ جب تمام انسان اپنی پیدائش' اپنی خلقت اور اپنی بشریت کے سبب مساوی ہیں تو ان کو تمام قانونی اختیارات وحقوق بھی برابر حاصل ہیں' اسلام نے تمام انسانوں کو قانون کی نگاہ میں یکساں اور برابر قرار دیا ہے۔ رنگ ونسل' علاقہ وقبیلہ' تہذیب وتمدن' فکر وعقیدہ حتیٰ کہ دین ومذہب کی بناء پر ان میں فرق نہیں کیا' اسی لئے اسلامی قانون فوجداری اور شہری دونوں میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں پائی جاتی' اس سے بڑھ کر یہ تصور وفکر ہے کہ حکمرانوں کو بھی قانون سے بالاتر کوئی حق حاصل نہیں۔ یعنی اسلامی حکومت میں سب سے بڑا انسانی حکمران خلیفہ بھی اور اس کے تمام کارندے اور عمال بھی قانون کی نظر میں یکساں اور برابر ہیں اور اگر وہ کسی شخص کے ساتھ ظلم وجبر کریں تو ان کے خلاف فریاد کی جاسکتی ہے۔ اور ان کو قانون کا کٹہرے میں کھڑا کیا جاسکتا ہے۔ قانونی فکر اور دستوری دفعہ کے لحاظ سے اسلامی ریاست کے ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خلیفہ سے لے کر کسی بھی معمولی کارکن حکومت تک کے خلاف قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کرسکتا ہے اور اسے اس حق سے کوئی نہیں روک سکتا۔

قانون کی نگاہ میں تمام انسانوں کی برابری کا تصور اور اس کے مطابق عمل دراصل اسلامی نظریہ عدل و انصاف سے وجود میں آیا' قرآن مجید کی متعدد آیات شریفہ اور رسول اکرم ﷺ کی بہت سی احادیث بلا کسی ابہام کے یہ واضح کرتی ہیں کہ تمام انسانوں کے لئے عدل ونصاف کے دروازے کھلے ہیں اسلام نہ تو کسی پر ظلم کرنے کا حق دیتا ہے اور نہ اسے روا رکھتا ہے' یہاں تک کہ مظلوم کے لئے خاص کر تمام انسانی معاشرہ کے لئے بالعموم یہ اصول بتایا کہ ظلم کو کسی حال میں برداشت نہ کریں۔ اس سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ کی مشہور حدیث ہے کہ اپنے ظالم اور مظلوم بھائی کی مدد کرو' ظالم کی اس طرح سے کہ اس کو ظلم سے روک دو اور مظلوم کی اس طرح کہ اس پر ظلم نہ ہونے دو اور اگر اس کا ارتکاب ہو جائے تو اس کی دادرسی کرو۔ (۲۱)

بنیادی ضروریات کا حق:

جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھنے کے لئے ہر انسان کو بعض بنیادی چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے جسے عام طور سے بنیادی ضروریات کا حق کہا جاتا ہے اور تمام مادی افکار و تصورات کے مطابق ان کو چند مادی آسائشوں تک محدود کر دیا جاتا ہے اور تمام روحانی، اخلاقی، اور قلبی ضروریات کو خاطر میں نہیں لایا جاتا۔

اسلام چونکہ دین فطرت ہے، اس لئے وہ جسمانی مادی ضروریات کے پہلو بہ پہلو روحانی اور اخلاقی ضروریات کا بھی برابر لحاظ کرتا ہے۔ چونکہ ان دونوں قسم کی ضروریات میں عدم توازن سے انسانی شخصیت میں عدم توازن پیدا ہوتا ہے اور جب فرد و شخص کی فطرت متاثر ہو جاتی ہے تو پورا انسانی سماج اس سے متاثر و بیمار ہو جاتا ہے۔

یورپ کی جمعیۃ الامام البخاری کے صدر اور تحقیقات اسلامی کے استاذ اور اسلامی دانشور ڈاکٹر یوسف القطانی نے اپنے حالیہ خطبہ میں یہ بیان دیا ہے کہ:

''اسلام کے اقتصادی حقوق کا سرچشمہ اسی نظام (انسانوں کے اقتصادی حقوق) سے پھوٹا ہے، جو دنیا کے گزشتہ اور آئندہ نظام ہائے زندگی کے درمیان بے مثال اور یکتا تصور کیا جاتا ہے، اور جس کے ہم پلہ افراد انسانی کے فوز و فلاح کو بروئے کار لانے کے لئے کوئی نظام نہیں، اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ وہ انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے اور اسے ایک اہم انسانی حقوق تسلیم کرتے ہوئے بھرپور تحفظ فراہم کرتا ہے، اسلام مال کی حصولیابی کے لئے افراد انسانی کے لئے راہیں ہموار کرتا ہے، عمل کے حوالے سے اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، اور ہر شخص کو اس کے تگ و دو اور کد و کاوش کا بدلہ دیتا ہے۔''(۲۲)

روحانی ضروریات کی تسکین کا حق:

عام طور سے انسانی حقوق کی فہرست میں انسانوں کی روحانی ضرورتوں کی فراہمی کے حق کو شامل نہیں کیا جاتا، مگر فطرت انسانی اور طبیعت بشری کا تقاضہ ہے کہ ان کو بھی مادی ضروریات کی فراہمی کے حق کے ساتھ شامل کیا جائے بلکہ ان کو بسا اوقات زیادہ اہم درجہ اور زور دیا جائے، کیونکہ مادی ضروریات کی تکمیل کے بعد بھی انسان روحانی طور سے ضرورت مندرہ جاتا ہے۔ بہرکیف اس سے تو کسی صاحب نظر کو انکار نہیں ہو سکتا کہ مادہ و جسم کے ساتھ روح و قلب کی ضرورتیں بھی لگی رہتی ہیں اور ان کی تسکین و تکمیل بھی ضروری ہے۔

اسلام نے دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تربیت کے ذریعہ تمام انسانوں کی روحانی ضروریات کی تکمیل کا بیڑا اٹھایا، اس کے لئے مسلمانوں پر ذمہ داری عائد کی کہ وہ تمام انسانوں تک اللہ کا پیغام پہنچائیں اور ان کو اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور کریں اور اگر پوری امت اسلامیہ اس فریضہ کو انجام نہ دے تو کم از کم ایک جماعت یہ کام ضرور انجام دے ارشاد ربانی ہے: ''ولتکن منکم أمۃ یدعون الی الخیر یأمرون بالمعروف

وینھون عن المنکر"(۲۳)

یہ آیت عام ہے، اس سے مسلمانوں پر غیر مسلموں کا یہ حق ثابت ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں سے اسلام اور اس کی تعلیمات کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ یہ دراصل غیر مسلموں کا مسلمانوں پر روحانی حق ہے۔ اس لئے تحریر و تقریر، کتاب و مقالہ، زبانی اور عملی ہر لحاظ سے مسلمان اپنے برادران وطن کی روحانی ضروریات کی تکمیل کریں اور پورے عالم انسانی تک یہ پیغام حق پہنچائیں۔

اسی طرح نومسلموں اور دوسرے مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا حق ہے جو بحیثیت مجموعی امت اسلامی پر اور اسلامی حکومت پر بالخصوص اور علماء و اہل علم و فضل پر بالعموم عائد ہوتا ہے۔ اہل حق اپنے اس حق کی ادائیگی کے طالب ہو سکتے ہیں اور جن کی ذمہ داری ہے ان کو لازمی طور سے یہ حق ادا کرنا پڑے گا، وہ اپنے اس فریضہ کی ادائیگی سے انکار یا کوتاہی نہیں کر سکتے ورنہ کتمان علم اور فرائض سے غفلت و کوتاہی کے مجرم ہوں گے اور اسکا نتیجہ برا ہوگا۔ خشکی اور تری میں بداخلاقی و بدعنوانی کا سیلاب ٹوٹ پڑے گا۔ جس کی زد سے چھوٹا بڑا، امیر و غریب ہندو مسلم کوئی نہیں بچ سکے گا۔ ارشاد ربانی ہے: واتقوا فتنة لاتصیبن الذین ظلموا منکم خاصة(۲۴)

بنیادی نکات:

گزشتہ صفحات میں جو بحث انسانی حقوق پر اسلام کے حوالے سے آئی ہے وہ بذات خود واضح ہے، مگر بعض اہم نکات کی طرف ایک نگاہ ڈالنی ضروری معلوم ہوتی ہے۔

۱) اسلام کے عطا کردہ انسانی حقوق کے باب میں اولین نکتہ یہ ہے کہ وہ حکیم و دانا اللہ رب العزت کے عطا کردہ ہیں، جبکہ موجودہ دور میں انسانی حقوق انسانی تہذیب و تمدن کے ایک خاص ارتقاء اور ایک حد تک مغربی افکار کی دین ہیں، ان دونوں میں وہی فرق ہے جو ایک حکیم و رحیم مالک کل عطا میں اور ناقص انسانی کی کوتاہ فکر میں ہوتا ہے۔

۲) اسلامی انسانی حقوق انسان کی فطرت کے عین مطابق ہیں اور ان مین اس کی پوری رعایت رکھی گئی ہے جب کہ عصری انسانی حقوق میں انسانی فطرت کا کامل لحاظ نہیں کیا گیا ہے۔

۳) اللہ تعالٰی کے عطا کردہ حقوق انسانی ایک فرد و شخص کی پوری زندگی کے تمام گوشوں اور زاویوں کا احاطہ کرتے ہیں، جبکہ مغربی حقوق انسانی صرف چند شعبوں سے سروکار رکھتے ہیں۔

۴) اسلام کے انسانی حقوق کا دائرہ بہت وسیع ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ انسانی حیات کے تمام گوشوں کے علاوہ اس کا تمام حصوں پر حاوی ہیں، دراصل اسلام میں تمام قسم کے حقوق انسانی حقوق کے دائرہ کار میں آتے ہیں، کیوں کہ اللہ تعالٰی نے مذہب و دین، رنگ و نسل، خاندان و نسب، رشتہ و قرابت علاقہ و ملک اور دوسری تمام بنیادوں کو اسلامی انسانی حقوق کی تشکیل میں سامنے رکھا ہے۔

۵) تاثیر کے لحاظ سے بھی اسلام کے انسانی حقوق کو قانونی دستوری اور دینی و اخلاقی دونوں طرح کی اہمیت و حیثیت حاصل ہے کہ اگر فرد، گروہ یا حکومت ان کے خلاف ورزی کرے تو نہ صرف مجرم کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جاسکتی ہے، بلکہ وہ اللہ کے یہاں گناہ گار اور دنیا و آخرت میں سزائے الٰہی کا مستحق ہوگا۔

۶) اسلام کے انسانی حقوق کی اہم ترین خصوصیت اور صفت یہ ہے کہ وہ آفاقی بھی ہیں اور ابدی بھی، بلکہ ازلی بھی، جس دن سے یہ دنیا اور انسان وجود میں آیا ہے، اسے یہ حقوق بلا مطالبہ عطا کردیئے گئے اور ہمیشہ کے لئے عطا کردیئے گئے ان میں قیامت تک کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی ہے۔

۷) آفاقیت کے نقطہ نظر سے اسلام تمام انسانوں کو ان کی انسانیت کے رشتہ و تعلق سے انسانی حقوق عطا کرتا ہے، وہ مسلم، غیر مسلم، علاقہ وطن، رنگ و نسل غرض یہ کہ کسی قسم کی تفریق نہیں کرتا جبکہ مغربی حقوق صرف اپنی قوم ملک یا علاقے و مفاد کے تحت صرف اپنے لوگوں کو یہ حقوق عطا کرتے ہیں، پھر مغرب و مغربی دنیا کا ہر ملک اپنے مفادات کے تحت صرف اپنے شہریوں کو حقوق عطا کرتا ہے اور وہی حقوق دوسرے لوگوں یا انسانوں کو نہیں دیتا، مثال کے طور پر عظیم برطانیہ عظیم تر امریکہ اور دوسرے یورپی ممالک آئرلینڈ، اسرائیل و فلسطین، بوسنیا، افغانستان اور دوسرے تمام تیسری دنیا کے ممالک کے ساتھ یہی رویہ اور پالیسی اپناتے ہیں۔ وہ جمہوریت کے دعویدار ہیں لیکن الجیریا میں جمہوریت کو کچل دیتے ہیں ان کے اپنے بنائے ہوئے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی مثالیں ہزار ہا دفتر میں نہیں سما سکتیں۔

۸) اس دوغلی پالیسی یا منافقانہ حکمت عملی کا سبب محض یہ ہے کہ ہر مغربی ملک کو محض اپنے مفادات عزیز ہیں، چونکہ مغربی دنیا کے تمام ممالک مجرموں کے ٹولے ہیں، اس لئے وہ ایک دوسرے کی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا نہ صرف یہ کہ نوٹس نہیں لیتے بلکہ ایک دوسرے کے سیاہ کرتوتوں کی تائید کرتے ہیں، جبکہ اسلام کے انسانی حقوق سب کے خیر اور تمام کی بہبود اور انسانی فلاح کے تصور و آدرش پر قائم ہیں۔ اور سب کے حقوق کی حفاظت کرتے ہیں۔

۹) اسلامی انسانی حقوق کی بنیاد چونکہ ''خیر الکل'' اور ''فلاح عام'' پر رکھی گئی ہے، اس لئے وہ ہر انسانی سماج کے تمام افراد، تمام طبقات اور تمام حکومتوں کی فلاح و بہبود کا خیال کرتے ہیں، پھر وہ کسی انسانی سماج میں طبقاتی تقسیم اور اونچ، نیچ کا لحاظ نہیں کرتے۔

۱۰) جامعیت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اسلام کے عطا کردہ انسانی حقوق محض افراد و اشخاص کے لحاظ سے نہیں بناتے ہیں، ان میں افراد و طبقات اور سماج و حکومت سب کی رعایت رکھی گئی ہے اور ان کے باہمی اشتراک اور آپسی تعلق کا بھی لحاظ کیا گیا ہے۔

اس مختصر مقالہ میں انہیں بنیادی خصوصیات اور امتیازی صفات پر اکتفاء کی جاتی ہے ورنہ سچ تو یہ ہے کہ یہ موضوع ایک پوری کتاب کا مطالبہ و تقاضا کرتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ صلاح الدین، سید، بنیادی حقوق، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، ۱۹۸۹ء، ۲۲

۲۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، انسان کے بنیادی حقوق، مرکزی مکتبہ اسلامی ۱۹۹۳ء، ۵

۳۔ صلاح الدین، سید، بنیادی حقوق، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۱۹۸۹، ۹

۴۔ محوالہ بالا ۵۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری م ۲۵۶ھ الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول اللہ وسننہ وایامہ باب فضل الفقراء۔

۶۔ مسلم: ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیساپوری م ۲۶۱ھ صحیح مسلم باب فضل الضعفاء۔

۷۔ نووی: ۸۔ ابوداؤد: ابوداؤد وسلیمان بن اشعث البجستانی، م ۲۷۵ھ سنن ابی داؤد کتاب الادب باب المواخاۃ۔

۹۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی ۲۷۹ھ جامع الترمذی، ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی الساعی علی الارملۃ

۱۰۔ مودودی: سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، اشاعت بارسوم

۱۱۔ سورۃ الانعام: ۱۵۱

۱۲۔ بخاری: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری م ۲۵۶ھ الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول اللہ وسننہ ایامہ

۱۳۔ کتاب الدیات، باب قول اللہ ومن احیاہا۔

۱۴۔ سہ روزہ ''دعوت'' کا خصوصی شمارہ ''انسانی حقوق'' شمارہ ۶۷ جلد ۴۳، 1995

۱۵۔ ملا علی قاری: مرقاۃ المفاتیح ۸/۸۹ ۱۶۔ سورۃ الانعام۔ ۱۶۴

۱۷۔ خطیب التبریزی: ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی: مشکاۃ المصابیح، مطبع اصح المطابع فی بلدۃ لکناؤ۔

۱۸۔ سورۃ البقرہ: ۲۵۶

۱۹۔ صدیقی: محمد یاسین مظہر پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ دعوت ''حقوق انسانی'' شمارہ ۶۷ جلد ۴۳، ۱۹۹۵ء

۲۰۔ بیہقی: ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی م ۴۵۸ء السنن الکبریٰ ۲۱۔ بخاری ومسلم

۲۲۔ مسلم۔ ۲۳۔ الدعوۃ: العدد ۱۹۳۶/ ۱۱ صفر ۱۴۲۵ھ رئیس التحریر الدکتور ماجد بن محمد الماجد

۲۴۔ سورہ آل عمران: ۱۰۴ ۲۵۔ سورۃ الانفال ۲۵

۲۶۔ مفتی: اختر امام عادل، حقوق انسانی کا عالمی منشور ۲۰۰۳ء ۶۸